اسلام کی اخلاقی تعلیمات

طاہر عتیق ☆

اگر دنیا کے تمام مذاہب پر ایک طائرانہ نظر دوڑائی جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ کسی مذہب نے بھی ضابطہ اخلاق کو مکمل طور پر پیش نہیں کیا۔ ہر مذہب نے صرف چند اخلاقی باتیں بیان کر دی ہیں۔ اسلام ہی وہ دین متین ہے جس نے بنی نوع انسان کے لئے مکمل ضابطہ اخلاق پیش کیا ہے۔

اگر قرآن مجید کا بنظر تعمق مطالعہ کیا جائے تو یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ تمام قرآن مجید کا مقصد ہی ان حالتوں کی اصلاح ہے۔ باقی تمام احکام ان حالتوں کی اصلاح کے لئے بطور وسائل بیان کئے گئے ہیں۔

اخلاق اسلامی کے ذریعے سے ہی وحشی انسانوں کو سیدھی راہ پر گامزن کیا جاتا ہے۔ وحشیانہ زندگی سے نکال کر انسانیت کے لوازم اور تہذیب کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ اور ان کو شادی بیاہ، کھانے پینے، طہارت، اٹھنے، بیٹھنے، چلنے پھرنے اور دیگر انسانی زندگی کے لیل و نہار کے ضروری مشاغل کے بجالانے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ جن کے بجالانے سے زیادہ سے زیادہ آدمیوں کو فائدہ اور آرام پہنچتا ہے اور انہی کی پابندی سے ایک قوم متمدن کہلاتی ہے اور اپنی عدم پابندی سے وحشی۔ ان کی پابندی انسان کو انفرادی، خاندانی، معاشرتی اور سیاسی زندگی کو پر لطف اور خوش گوار بناتی ہے۔ کسی قوم کی ترقی کا پہلا زینہ اس کی اخلاقی حالت کی اصلاح ہے۔

اسلام کے نزدیک اخلاق صرف ظاہری عمل سے ہی نہیں تعلق رکھتے بلکہ دل کی پاکیزگی ہی ضابطہ اخلاق کی اساس ہے کیونکہ اعمال کا سر چشمہ دل ہے۔

☆ لیکچرر، شعبہ، ایم۔ ٹی۔ اے، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

قرآن مجید میں ہے :

﴿ولا تقربوا الفواحش ما ظهر منها وما بطن﴾(۱)

اور بے حیائی کی باتوں کے قریب مت جاؤ جوان میں سے ظاہر ہوں اور جو چھپی ہوئی ہوں۔

اس آیت کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ اخلاق کا تعلق صرف ظاہری اعمال سے نہیں ہے بلکہ ان اعمال سے بھی ہے جن کا مرتکب دل ہوتا ہے۔ گو ان کو معلوم کرنے کا طریقہ لوگوں کے پاس نہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہستی ہیں جو دلوں کے بھیدوں کو جانتی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ انسان کے دل میں کیا کیا خیالات موجزن ہیں اور وہ کیا کیا برائیاں اپنے دل کے پردوں میں چھپائے ہوئے ہے۔

دوسری جگہ اس مضمون کو اور وضاحت سے بیان کیا گیا ہے :

﴿وإن تبدوا مافي انفسكم او تخفوه يحاسبكم به الله﴾(۲)

اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے یا اسے چھپاؤ اللہ اس کا تم سے حساب لے گا۔

دوسری جگہ آتا ہے :

﴿ولكن يؤاخذكم بما كسبت قلوبكم﴾(۳)

اور اللہ تعالیٰ مؤاخذہ کرے گا جو تمہارے دلوں نے کمایا۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا :

" إنما الأعمال بالنيات "(۴)

یعنی اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

اگر ایک انسان عمدہ کام کرتا ہے لیکن اس کی نیت خراب ہے تو وہ اس عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل مؤاخذہ ہے۔ یہ حدیث ظاہر کرتی ہے کہ کسی عمل کی اچھائی یا برائی کا فتویٰ دل کے خیال پر مبنی ہے اگر خیال اچھا ہے اور عمل بھی اچھا ہے تو اس عمل پر اجر مرتب ہوگا۔ اگر خیال برا ہے خواہ عمل اچھا ہی ہو تو اس پر اجر مرتب نہیں ہوگا بلکہ وہ عمل قابل مؤاخذہ ہے۔

جہاں اسلام نے دل کی پاکیزگی کو ضابطہ اخلاق کی عمارت کی بنیاد قرار دیا ہے۔ وہاں اسلام نے روحانی حالت درست کرنے اور دل کی پاکیزگی کو حاصل کرنے کے اصول بیان کئے ہیں۔ جن پر عمل کر

کے ایک انسان دل کی پاکیزگی حاصل کر لیتا ہے۔ ان اصولوں پر عمل کیے بغیر کوئی انسان بھی حقیقی پاکیزگی حاصل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ہر چیز کے لئے ایک صراط مستقیم ہوتا ہے۔ تزکیہ قلب انہی اصولوں پر موقوف ہے۔ مثلاً ایک شخص اپنے آپ کو ایک تاریک کوٹھڑی میں بند کر لیتا ہے، تو وہ آفتاب کی روشنی تازہ ہوا سے متمتع نہیں ہو سکتا۔ آفتاب کی روشنی اور تازہ ہوا سے متمتع ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ تاریک کوٹھڑی سے باہر آئے۔ اسی لئے طہارت قلب کے لئے ضروری ہے کہ انسان ان الٰہی اصولوں پر عمل کرے جن کو اخلاق کا نام دیا گیا ہے۔

اخلاق کی تعریف

اخلاق، خلق کی جمع ہے جو عربی اور دوسری زبانوں میں عادت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱)

اور عادت سے مراد وہ پختہ صفت ہے جو انسان کے اندر ارادے کے طور پر مسلسل مشق کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ (۲)

علماء نے خلق کی بے شمار تعریفیں کی ہیں۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے چند کا یہاں ذکر کر دیا جائے۔

امام غزالیؒ نے خلق کی یوں تعریف بیان کی ہے۔ "خلق نفس کی ایک ایسی کیفیت اور ہیئت راسخ کا نام ہے جس کی وجہ سے سہولت، فکر اور توجہ کے بغیر نفس سے اعمال صادر ہو سکیں۔ پس اگر یہ ہیئت اس طرح قائم ہے کہ اس سے عقل و شرح کی نظر میں اعمال حسنہ صادر ہوتے ہیں تو اس کا نام "خلق حسن" ہے اور اس سے غیر محمود اعمال وجود میں آتے ہوں تو وہ خلق سیئہ ہے۔ (۳)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں "یہ واضح رہے کہ شارع نے انسان کو ایجاب و تحریم کا جن اعمال کی بناء پر مکلّف بنایا ہے یہ وہ اعمال ہیں جن کی تحریک، نفس کی ان کیفیات کے ذریعے ہوتی ہے جو عالم آخرت میں نفس کے لیے مفید یا مضر ثابت ہوں گی" اس قسم کے اعمال سے دو طرح سے بحث کی جاتی ہے ایک اس حیثیت میں کہ وہ انسانی نفوس کو مہذب بنانے کا ذریعہ ہیں اور ان اعمال سے جو ملکات فاضلہ مقصود ہیں ان تک نفس کو پہنچانے کا آلہ ہیں اس کو علم الاحسان (علم الاخلاق) کہتے ہیں (۴)

سب سے عمدہ تعریف یہ ہے کہ "اخلاق سے مراد وہ بہترین تصورات، اصول اور اوصاف ہیں

جن پر ایک پاکیزہ انسانی زندگی اور ایک صالح انسانی معاشرے کی بنا قائم ہو" (۵)

جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے :

﴿صبغة الله و من احسن من الله صبغة﴾(٦)

یعنی اللہ کا رنگ اختیار کرو اس کے رنگ سے اچھا اور کس کا رنگ ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کا رنگ اس کی صفات حسنی ہیں رنگ اختیار کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کو اپنے اعمال میں صفات حسنی کا رنگ اختیار کرنا چاہیے۔ "مسیحیت کے ظہور سے پہلے یہودیوں کے ہاں یہ رسم تھی کہ جو شخص ان کے مذہب میں داخل ہوتا اسے غسل دیتے اور اس غسل کے معنی ان کے ہاں یہ تھے کہ گویا اس کے گناہ دھل گئے اور اس نے زندگی کا ایک نیا رنگ اختیار کر لیا یہی چیز بعد میں مسیحیوں نے اختیار کر لی۔ اس کا اصلاحی نام ان کے ہاں اصطباغ (بپتسمہ) ہے۔ اس کے متعلق قرآن کہتا ہے کہ اس رسم اصطباغ میں کیا رکھا ہے؟ اللہ کا رنگ اختیار کرو جو کسی پانی سے نہیں چڑھتا بلکہ بندگی کا طریقہ اختیار کرنے سے چڑھتا ہے۔ (۷)

اخلاق کی اہمیت

قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کی بعثت کی غرض بیان کرتے ہوئے فرمایا :

﴿هو الذی بعث فی الأمیین رسولاً منهم یتلوا علیهم آیاته ویزکیهم و یعلمهم الکتاب والحکمة﴾(٨)

وہی ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول خود انہی میں سے اٹھایا جو انہیں اس کی آیات سناتا ہے، ان کی زندگی سنوارتا ہے اور اس کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے"۔

﴿قد أفلح من تزکی﴾(٩)

"فلاح پا گیا جس نے پاکیزگی اختیار کی"۔

یہاں سید ابو الاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں: "یہاں پاکیزگی سے مراد برے اخلاق چھوڑ کر اچھے اخلاق اختیار کرنا اور برے اعمال چھوڑ کر نیک اعمال کرنا ہیں"۔ (۱۰)

آگے فرمایا: ﴿قد أفلح من زکٰها وقد خاب من دسها﴾(١١)

"یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو دبادیا"۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں :

"تزکیہ کے معنی ہیں پاک کرنا، ابھارنا اور نشوونما دینا اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جو اپنے نفس کو فجور سے پاک کرے اس کو ابھار کر تقویٰ کی بلندی تک لے جائے اور اس کے اندر بھلائی کو نشوونما دے وہ فلاح پا گیا، اس کے مقابلے میں 'دسّا ھا' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کا مصدر تدسیہ ہے تدسیہ کے معنی دبانے، چھپانے، اغوا کرنے اور گمراہ کردینے کے ہیں۔ سیاق و سباق سے اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ جو اپنے نفس کے اندر پائے جانے والے نیکی کے رجحانات کو ابھارنے اور نشوونما دینے کی بجائے اسے دبادے، اس کو بہکا کر برائی کے رجحانات کی طرف لے جائے اور فجور کو اس پر اتنا غالب کردے کہ تقویٰ اس کے نیچے اس طرح چھپ کر رہ جائے جیسے ایک لاش قبر پر مٹی ڈال دینے کے بعد چھپ جاتی ہے"۔ (۱۲)

رسول کریم ﷺ نے اخلاق حسنہ پر بہت زور دیا ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں :

"بعثت لأتمم صالح الأخلاق"

"مجھے نیک اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے"۔ (۱۳)

یعنی آپ کی نبوت کا مقصد ہی یہ ہے کہ لوگوں کے اخلاق و معاملات کو درست کریں۔ ان کے اندر سے برے اخلاق کی جڑیں اکھاڑیں اور اس کی جگہ بہترین اخلاق پیدا کریں۔ یہی تزکیہ آپ کی بعثت کا مقصد تھا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا :

"اکمل المؤ منین ایمانا احسنهم خلقاً"

"مومنوں میں سے ایمان میں کامل تر وہ ہے جو ان میں سے اخلاق میں بہتر ہے"

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نہ تو بے حیائی کی بات زبان سے نکالتے اور نہ بے حیائی کا کام کرتے اور نہ دوسروں کو برا بھلا کہتے اور آپ فرماتے ہیں :

"إن من خیارکم احسنکم اخلاقاً"

"تم میں سے بہتر لوگ وہ ہیں جو اخلاق کے اچھے ہیں"

ایمان اور اخلاق کا تعلق

قرآن مجید نے بے شمار مقامات پر ایمان اور عمل صالح (اخلاق فاضلہ اور حسنات) کو اکٹھا بیان کیا ہے جیساکہ قرآن مجید میں آتا ہے:

﴿من آمن باللہ والیوم الآخر وعمل صالحاً فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون﴾(۱۶)

"جو بھی اللہ اور روز آخر پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا، اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے اور اس کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقعہ نہیں ہے"۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿والذین آمنوا وعملوا الصالحات أولئک اصحاب الجنۃ وھم فیھا خالدون﴾(۱۷)

"جو لوگ ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے وہی جنتی ہیں اور جنت میں وہ ہمیشہ رہیں گے"۔

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ ایمان اور اعمال صالح (اخلاق حسنہ) لازم ملزوم ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے سے ہی انسان کے دل میں تقویٰ کی صفت تقویت پکڑتی ہے جو انسان کو برائیوں سے روکنے اور نیکی کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔

عبادات اور اخلاق کا تعلق

قرآن مجید میں جہاں جہاں بھی عبادات بجا لانے کا ذکر آتا ہے وہاں ان عبادات کی غرض وغایت ہی اخلاق بیان فرمائی گئی ہے نماز کا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے کہ بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔

﴿ان الصلاۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر﴾(۱۸)

روزہ تقویٰ کو تعلیم دیتا ہے (۱۹) اور حج کے بے شمار مقاصد میں سے ایک مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کی سرکشی اور نخوت کو رضائے الٰہی کے حصول کے لیے ذبح کردے جو انسان اپنے نفس پر

قابو پالیتا ہے وہ نیکی کے راستے پر گامزن ہو جاتا ہے اور اللہ کا قرب حاصل کر لیتا ہے۔(۲۰)

اخلاق حسنہ کی بنیادیں

حضور ﷺ نے قرآنی تعلیمات کی روشنی میں اپنے قول اور عمل سے تمام اچھے اخلاق کی فہرست مرتب کی اور پوری زندگی پر اور زندگی کے تمام شعبوں پر نافذ کیا اور ہر طرح کے حالات میں ان سے چمٹے رہنے کی ہدایت فرمائی۔ حضور ﷺ کے اخلاق کی بہترین تعریف حضرت عائشہؓ نے اپنے قول میں فرمائی:

"فان خلق نبی ﷺ کان القرآن "(۲۱)

"قرآن کریم ہی آپ ﷺ کا اخلاق ہے"

امام احمد، مسلم، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی اور ابن جریر نے تھوڑے سے لفظی اختلاف کے ساتھ ان کا یہ قول متعدد سندوں کے ساتھ نقل کیا ہے۔

ان کے معنی یہ ہے کہ حضور ﷺ نے محض قرآن کی تعلیم ہی نہ دی تھی بلکہ خود اس کا مجسم نمونہ بن کر دکھادیا جن اخلاق و صفات کو اسمیں فضیلت قرار دیا گیا سب سے بڑھ کر آپ کی ذات ان سے متصف تھی اور جن کو اس میں ناپسندیدہ ٹھہرایا گیا سب سے زیادہ آپؐ اس سے پاک رہے۔

صدق

صدق سب نیکیوں کی جڑ اور تمام بھلائیوں کی اصل ہے۔ اسی وجہ سے قرآن مجید اور احادیث میں صدق پر بہت زور دیا گیا ہے قرآن مجید میں آتا ہے:

﴿یا أیہا الذین آمنوا اتقو اللہ و کونو مع الصادقین﴾(۲۲)

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو"

حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! مجھ میں چار بری خصلتیں ہیں۔

۱۔ بدکار ہوں ۲۔ چوری کرتا ہوں ۳۔ شراب پیتا ہوں ۴۔ جھوٹ بولتا ہوں

ان میں سے کسی ایک کو فرمایئے کہ آپ ﷺ کی خاطر چھوڑ دوں۔ ارشاد ہوا کہ جھوٹ نہ بولا کرو چنانچہ اس نے عہد کیا کہ اب وہ جھوٹ نہیں بولے گا۔ اب جب رات ہوئی تو شراب کو اس کا جی چاہا اور پھر بدکاری کے لیے آمادہ ہوا تو اس کو خیال گزرا کہ صبح کو جب آنحضرت ﷺ پوچھیں گے کہ رات تم نے شراب پی اور بدکاری کی ؟ تو کیا جواب دوں گا اگر ہاں کی تو شراب اور زناء کی سزا دی جائے گی۔ اگر نہیں کہوں تو عہد کے خلاف ہو گا۔ یہ سوچ کر ان دونوں سے باز رہا۔ جب رات گزری اندھیرا خوب چھا گیا تو چوری کے لیے گھر سے نکلنا چاہا لیکن پھر اسی خیال نے اس کا دامن تھام لیا کہ کل پوچھ گچھ ہوئی تو کیا کہوں گا ہاں کروں گا تو ہاتھ کٹے گا اور نہیں کرتا تو عہد کے خلاف ہو گا۔ اس خیال کے آتے ہی اس جرم سے بھی باز آیا۔ صبح ہوئی تو وہ دوڑ کر خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ! جھوٹ نہ بولنے سے میری چاروں خصلتیں مجھ سے چھوٹ گئیں یہ سن کر آنحضرت ﷺ مسرور ہوئے۔ (۲۳)

صبر

صبر کے لغوی معنی روکنے اور باندھنے کے ہیں۔ اس سے مراد ارادے کی وہ مضبوطی، عزم کی وہ پختگی اور خواہشات نفس کا وہ انضباط ہے جس سے ایک شخص نفسانی ترغیبات اور بیرونی مشکلات کے مقابلے میں اپنے قلب وضمیر کے پسند کیے ہوئے راستے پر لگاتار بڑھتا چلا جائے۔ (۲۴)

صبر کا لفظ اپنے اندر وسیع ترین مفہوم رکھتا ہے۔ دشمنان حق کے مظالم کو مردانگی کے ساتھ برداشت کرنا دین حق کو قائم اور سربلند کرنے کی جدوجہد میں ہر قسم کے مصائب اور تکلیفوں کو سہہ جانا، ہر خوف اور لالچ کے مقابلے میں راہ راست پر ثابت قدم رہنا۔ شیطان کی تمام ترغیبات اور نفس کی ساری خواہشات کے علی الرغم فرض کو بجالانا، حرام سے پرہیز کرنا اور حدود اللہ پر قائم رہنا، گناہ کی ساری لذتوں اور منفعتوں کو ٹھکرا دینا اور نیکی وراستی کے لیے ہر نقصان اور اس کی بدولت حاصل ہونے والی ہر محرومی کو انگیز کر جانا۔ غرض اس ایک لفظ کے اندر ایک دنیا سمو کر رکھ دی گئی ہے۔ (۲۵)

﴿واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ﴾ (۲۶)

"صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو"

"قرآن مجید کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اس اخلاقی صفت (یعنی صبر) کو اپنے اندر پرورش کرو اور اس کو باہر سے طاقت پہنچانے کے لیے نماز کی پابندی کرو" (۲۷)

﴿انا وجدناه صابراً نعم العبد إنه اوّاب﴾(۲۸)

"ہم نے اسے (ایوب) کو صابر پایا، بہترین بندہ اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والا"

حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر یہ بتانے کے لیے کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے مصائب وشدائد میں مبتلا ہوتے ہیں تو اپنے رب سے شکوہ نہیں کرتے بلکہ صبر کے ساتھ اسکی ڈالی ہوئی آزمائشوں کو برداشت کرتے رہتے ہیں اور اس سے مدد مانگتے ہیں۔

اگلی سورۃ میں ارشاد فرمایا گیا:

﴿انما یوفی الصابرون اجرهم بغیر حساب﴾ (۲۹)

صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا پس ان لوگوں کو جو خدا پرستی اور نیکی کے راستے پر چلنے میں ہر طرح مصائب وشدائد برداشت کریں مگر راہ حق سے نہ ہٹیں اللہ ان کو بے حساب اجر نصیب کرے گا۔

حضور ﷺ نے اپنے متعدد ارشادات کے ذریعے صبر کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ حضرت صہیبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مومن کا معاملہ پر تعجب ہے کہ اس کا سارا کام خیر ہی خیر ہے یہ (سعادت) مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے۔ مگر اسے دکھ پہنچتا ہے تو صبر کرتا ہے تو اسکے لیے بہتر ہوتا ہے اور اگر اسے خوشی حاصل ہوتی ہے تو وہ سراپا شکر بن جاتا ہے تو بھی اس کے لیے بہتر ہوتا ہے یعنی ہر حال میں خیر ہی سمیٹتا ہے۔"(۳۰)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

"آزمائش جتنی سخت ہوگی اتنا ہی بڑا انعام ملے گا" (بشرطیکہ آدمی سے گھبرا کر راہ حق سے بھاگ نہ کھڑا ہو) اور اللہ تعالیٰ جب کسی گروہ سے محبت کرتا ہے تو ان کو مزید نکھارنے اور صاف کرنے کے لیے آزمائشوں میں ڈالتا ہے"۔(۳۱)

پس جو لوگ اللہ کے فیصلے پر راضی رہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہوتا ہے اور جو لوگ

بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اُس آزمائش میں اللہ تعالیٰ سے ناراض ہوں تو اللہ بھی ان سے ناراض ہو جاتا ہے۔

شکر

شریعت اسلامی میں شکر کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ اپنے پروردگار کی بے پایاں نعمتوں کا پورا احساس وادراک کرے زبان سے منعم حقیقی کے احسانات کا اقرار کرے اور اللہ کی نعمتوں سے اس کی مقرر کی ہوئی حدود میں رہ کر استفادہ کرے مثلاً اگر ایک ذی علم اپنے علم سے اللہ کے بندوں کو فائدہ پہنچاتا ہے تو یہ علم کی نعمت کا شکر ہے اور اگر کوئی طاقت ور کمزوروں کی مدد اور دستگیری کرتا ہے تو یہ قوت کی نعمت کا شکر ہے اور اگر دولت مند اپنی دولت کا کچھ حصہ راہ خدا میں خرچ کرتا ہے تو یہ نعمت دولت کا شکر ہے۔(۳۲)

مولانا ابو الاعلیٰ مودودیؒ کے نزدیک شکر کرنے والے سے مراد ہر وہ شخص ہے جسے تقدیر الٰہی خواہ کتنا ہی اونچا اٹھالے جائے، وہ اسے اپنا کمال نہیں بلکہ خدا کا احسان سمجھتا ہے اور خواہ وہ کتنا ہی نیچے گرادیا جائے۔ اس کی نگاہ اپنی محرومی کی بجائے ان نعمتوں پر مرکوز رہے جو برے سے برے حالات میں بھی آدمی کو حاصل رہتی ہے اور خوشحالی اور بدحالی دونوں حالتوں میں اس کی زبان اور اس کے دل سے اپنے رب کا شکر ہی ادا ہوتا رہتا ہے۔(۳۳)

نبی کریم ﷺ نے اپنے متعدد ارشادات کے ذریعے شکر کی اہمیت کو خوبصورت انداز میں اجاگر کیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"شکر گزار بے روزہ انسان صبر کرنے والے روزہ دار کی طرح ہے"(۳۵)

یعنی جو صبر کے ساتھ نفلی روزے رکھتا ہے اور جو شکر کے ساتھ خدا کی دی ہوئی حلال روزی کھا کر دن گزارتا ہے، دونوں اللہ کے ہاں درجہ میں برابر ہیں۔

ایک اور حدیث میں رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

"وہ لوگ جو تم میں سے مال اور دنیاوی جاہ و مرتبہ میں کم ہیں ان کی طرف دیکھو اور ان لوگوں کی

طرف نہ دیکھو جو تم سے مال دولت اور دنیاوی ساز و سامان میں بڑھے ہوئے ہیں"۔(۳۶)

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے رسول ﷺ تہجد اتنی کثرت سے پڑھا کرتے تھے کہ پاؤں پر ورم آجاتا تھا یا پاؤں سوج جاتے تھے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول ﷺ! آپ تو گناہوں سے پاک ہیں پھر اتنی عبادت گزاری اور آہ وزاری کیوں فرماتے ہیں آنحضور ﷺ نے فرمایا! "کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں "(۳۷)

"الحمد لله الذى أحيا نا بعد ما أماتنا"(۳۸)

"اس ذات پاک کا شکر جس نے ہمیں موت کے بعد حیات نو بخشی" کھانا تناول فرماتے تو یہ دعائیہ کلمات ادا کرتے"۔

"الحمد لله الذى أطعمنا و سقانا و جعلنا من المسلمين"

"شکر ہے اس رب کا جس نے ہمیں کھانا کھلایا' پانی پلایا اور اپنا مطیع و فرمانبردار بندہ بنایا"(۳۹)

آپ نیا لباس زیب تن کرتے تو یہ کلمات شکر زبان مبارک سے ادا کرتے۔

"خدا کا شکر ہے جس نے مجھے وہ لباس پہنایا جس سے اپنا ستر ڈھانپتا ہوں اور زندگی میں آراستگی حاصل کرتا ہوں"۔(۴۰)

الغرض آنحضور ﷺ کی ساری زندگی شکر کا اظہار ہے۔

احسان

احسان کا مادہ حسن ہے' جس کے معنی کسی کام کو سلیقے سے بطریق احسن سرانجام دینا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے احسان کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا:

"ان تعبد الله كأنک تراه فا ن لم تكن تراه فانه يراك"(۴۱)

"احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت کرے اس طرح کرے گویا تو اسے دیکھتا ہے' اور اگر تو اسے دیکھ نہ سکے تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے"

اس حدیث میں احسان کو عبادت کے مفہوم میں استعمال کیا گیا ہے لیکن ہم جانتے ہیں کہ اسلام میں عبادات صرف نماز، روزے اور حج کا نام ہی نہیں بلکہ اپنی پوری زندگی اللہ کے احکام کی پیروی

اور فرمانبرداری ہے جیساکہ قرآن مجید میں آتا ہے :

﴿و من أحسن دينا ممن أسلم وجهه لله و هومحسن﴾(۴۲)

"اس سے زیادہ خوبصورت دین کس کا ہوگا جس نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا اور وہی محسن ہے"۔

اس آیت میں اسلام کی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے والے کو محسن کہا گیا ہے۔ جب یہ لفظ انسانوں کے لیے بولا جائے گا تو اس سے مراد مخلوق اور خالق دونوں کے حقوق کو حسن و خوبی سے ادا کرنا ہے قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے :

﴿إن الله يأمر بالعدل والإحسان﴾(۴۳)

"اللہ تعالیٰ عدل واحسان کا حکم دیتا ہے"

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا :

﴿والله يحب المحسنين﴾(۴۴)

"اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے"

﴿أن الله لا يضيع أجر المحسنين﴾(۴۵)

"بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا"

ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں :

﴿لا تستوى الحسنة ولا السيئة ادفع با لتى هى احسن فاذا الذى بينك و بينه عداوة كانه ولى حميم﴾(۴۶)

"اے نبیؐ نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں تم بدی کو اس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو، تم دیکھو گے کہ تمہارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوئی ہے وہ جگری دوست بن گیا"

ابو الاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں کہ "بدی کا مقابلہ محض نیکی سے نہیں بلکہ اس نیکی سے کرو جو اعلیٰ درجے کی ہو یعنی کوئی شخص تمہارے ساتھ برائی کرے اور تم اس کو معاف کر دو تو یہ محض نیکی ہے اعلیٰ درجے کی نیکی یہ ہے کہ جو تم سے برا سلوک کرے تم موقع آنے پر اسی کے ساتھ احسان کرو۔ اس کا نتیجہ

یہ بتایا گیا ہے کہ بد ترین دشمن بھی آخر کار تمہارا جگری دوست بن جائے گا۔ اس لیے کہ یہی انسانی فطرت ہے۔ گالی کے جواب میں آپ خاموش رہ جائیں تو بے شک یہ ایک نیکی ہو گی مگر گالی دینے والے کی زبان بند نہ کر سکے گی لیکن اگر آپ گالی کے جواب میں دعائے خیر کریں تو بڑے سے بڑا بے حیا مخالف بھی شرمندہ ہو کر رہ جائے گا"۔(۴۷)

نبی کریم ﷺ اس آیت کی تشریح اپنے قول سے یوں فرماتے ہیں :

"اس پر پختہ ہو جاؤ کہ لوگ نیکی کریں تو بھی ہم احسان کریں گے اور اگر وہ برائی کریں گے تو بھی ہم احسان کریں گے"(۴۸)

عدل اسلامی اخلاق میں عدل وانصاف سے مراد یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کا حق ٹھیک ٹھیک دینا اور اس پر زیادتی نہ کرنا عدل کے مقابلے میں عربی زبان میں لفظ ظلم ہے جس کے معنی یہ ہیں : "وضع الشیء فی غیر محله" یعنی کسی چیز کو اس کے مناسب مقام پر نہ رکھنا۔

امام راغب اصفہانی مفردات القرآن میں لکھتے ہیں "کسی شے کے ٹھیک اپنے مقام پر اور اپنی حدود کے اندر رہنے کا نام عدل ہے' عدل کا وسیع تر تصور یہ ہے کہ عبادات و معاملات میں 'گفتگو و کردار میں 'سیاست و تجارت میں غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ میں عدل وانصاف سے کام لے"۔(۴۹)

ارشاد الٰہی ہے :

﴿إن الله يأمر بالعدل والاحسان﴾(۵۰)

"یقیناً اللہ عدل اور نیکی کرنے کا حکم دیتا ہے"

دوسری جگہ ارشاد الٰہی ہے :

﴿ولا يجرمنكم شنآ ن قوم على ألا تعدلوا اعدلو ا هو أقرب للتقوىٰ﴾(۵۱)

مذکورہ بالا آیت اسلامی حکومت کی خارجی سیاست کا سنگ بنیاد ہے اسلام اپنے غیروں سے بھی عدل وانصاف کا حکم دیتا ہے اسلامی تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت اسامہؓ کے لشکر کو روانگی کے وقت جو ہدایات دیں اور ان میں ایک ہدایت یہ بھی کہ دشمن کو دھوکہ نہ دینا اور ان سے بد عہدی نہ کرنا۔

عادل حکمران کی توصیف میں نبی کریم ﷺ کے متعدد ارشادات ملتے ہیں آپ فرماتے ہیں۔

"امام عادل جو رعایا پر انصاف سے حکومت کرتا ہے اس کا ایک دن 60 سال عبادت سے بہتر ہے" (۵۲)

"جن سات اشخاص کو اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن اپنے سائے میں جگہ دے گا ان میں ایک عادل ہو گا" (۵۳)

"وہ لوگ جو اپنے گھر والوں میں یا اپنے ماتحتوں میں انصاف کرتے ہیں وہ نورانی میناروں پر جلوہ گر ہوں گے" (۵۴)

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک صحیح اسلامی زندگی گزارنے کے لیے خالق اور مخلوق دونوں سے تعلق رکھنا لازمی ہے' اس لیے ایک سچے مسلمان کو اپنے عقائد درست رکھنے اور فرض عبادات ادا کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے اخلاق کو درست رکھنے کے لیے کوشاں رہے۔

واضح رہے کہ اگر کوئی انسان اللہ تعالیٰ سے تعلق توڑ کر صرف انسانوں کا ہی ہو کر رہ جائے تو اسلام کی نگاہ میں اس کی زندگی گناہ گار اور لغو ہے' ایسے ہی وہ انسانی تعلقات کو منقطع کر کے صبح و شام صرف نمازیں پڑھنے اور روزے رکھنے میں ہی مصروف ہے' اسے بھی اسلام نے پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا بلکہ اسے رہبانیت قرار دیا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ سے بڑھ کر اللہ کا عبادت گزار کون ہو سکتا ہے۔ مگر آپ نے انسانی تعلقات کو قائم رکھتے ہوئے اللہ سے لو لگائے رکھی اور اسی چیز کو آپ نے اپنے اوپر ایمان لانے والوں کے لیے پسند فرمایا۔

لہٰذا یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ صحیح عقائد رکھنا اور فرض عبادت ادا کرنا وہ ذرائع ہیں جن سے انسان کا تعلق اللہ تعالیٰ سے مضبوط ہوتا ہے۔

اگرچہ کہ ساتھ ہی وہ انسانوں کے باہمی تعلقات پر مفید اثرات ڈالتے ہیں' اور اچھا اخلاق وہ ذریعہ ہے جس سے انسانوں کے باہمی تعلقات مضبوط ہوتے ہیں۔ اگرچہ اس سے انسان اور اللہ تعالیٰ کے باہمی تعلق پر بھی گہرا اور خوشگوار اثر پڑتا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ مباحث فی الاخلاق۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ المعطی برکات دار الہدیٰ۔ مصر ۱۹۸۳ء

۲۔ فی العقیدہ والاخلاق۔ ڈاکٹر قندیل محمد قندیل

۳۔ احیاء علوم الدین۔ امام غزالی۔ دار المعرفۃ' بیروت لبنان ۱۴۰۴ھ

۴۔ حجۃ اللہ البالغۃ۔ شاہ ولی اللہ الدہلوی۔ ترجمہ مولانا محمد منظور۔ شیخ غلام علی سنز۔ لاہور

۵۔ انتخاب حدیث۔ مولانا عبدالغفار حسن عمر پوری۔ اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور۔ ۱۹۸۶ء

۶۔ سورۃ البقرۃ ۲ :۱۳۸

۷۔ ابوالاعلیٰ مودودیؒ، تفہیم القرآن، جلد اول ص 114 ،مکتبہ تعمیر انسانیت، اردو بازار، لاہور

۸۔ سورۃ الجمعۃ :۲۹

۹۔ سورۃ الاعلیٰ ۸۷ :۱۴

۱۰۔ تفہیم القرآن جلد ششم ص ۳۱۵

۱۱۔ سورۃ الشمس ۹۱ :۹،۱۰

۱۲۔ تفہیم القرآن جلد ششم ص :۳۵۴

۱۳۔ مسند احمد۔ بروایت حضرت ابوہریرۃؓ جلد ۲ ص :۵۰۱۔ المکتب الاسلامی۔ بیروت ۱۴۱۳ھ

۱۴۔ سنن ابو داؤد۔ کتاب السنۃ' باب الدلیل علی زیادۃ الایمان ونقصہ' دار الحدیث حمص' شام

۱۵۔ صحیح بخاری۔ کتاب المناقب' باب صفۃ النبی ﷺ دار السلام' ریاض' طبع اول ۱۴۱۲ھ
صحیح مسلم۔ کتاب الفضائل۔ باب کثرۃ حیائہ ﷺ' دار الحدیث۔ القاہرہ۔ طبع اول ۱۴۱۳ھ

۱۶۔ سورۃ البقرۃ ۲ :۶۲

۱۷۔ سورۃ البقرۃ ۲ :۸۲

۱۸۔ سورۃ العنکبوت :۴۵

۱۹۔ سورۃ البقرۃ :۱۸۳

۲۰۔ سورۃالبقرۃ : ۱۹۲

۲۱۔ صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جامع صلاۃ اللیل۔ دارالحدیث۔ القاہرہ۔

۲۲۔ سورۃالتوبہ ۹ :۱۱۹

۲۳۔ سیرت النبی۔ سید سلیمان ندوی۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن۔ اسلام آباد ۱۹۸۱ء

۲۴۔ تفہیم القرآن جلد اول ص : ۴۷

۲۵۔ تفہیم القرآن جلد سوم ص :۴۷۱

۲۶۔ سورۃالبقرۃ ۲ :۴۵

۲۷۔ تفہیم القرآن جلد اول ص : ۴۷

۲۸۔ القرآن ۳۸/۴۴

۲۹۔ سورۃالزمر ۳۹ :۱۰

۳۰۔ صحیح مسلم، کتاب الزہد والرقائق' باب المئومن أمره كله خير' دارالحدیث' القاہرہ

۳۱۔ سنن ترمذی' کتاب الزہد' باب ما جاء فی الصبر علی البلاء' دارالفکر' بیروت

۳۲۔ غیر فانی تہذیب' پروفیسر سعید اختر ص ۱۸۷۔۱۶۸ اڈوگرار دو بازار لاہور۔

۳۳۔ تفہیم القرآن جلد چہارم ص ۵۰۶

۳۴۔ احیاء العلوم از امام غزالی کتاب الشکر ص ۷۰

۳۵۔ سنن ترمذی۔ کتاب صفۃ القیامۃ' باب نمبر ۴۳۔ دارالفکر' بیروت

۳۶۔ صحیح مسلم۔ کتاب الزہد والرقائق' حدیث نمبر ۹۔ دارالحدیث۔ القاہرہ

۳۷۔ صحیح بخاری۔ کتاب الرقائق' باب الصبر عن محارم الله۔ دارالسلام۔ الریاض

۳۸۔ صحیح بخاری۔ کتاب الدعوات' باب ما یقول اذا نام

۳۹۔ سنن ابوداؤد۔ کتاب الأطعمۃ' باب مایقول الرجل اذا طعم۔ دارالحدیث۔ حمص۔ شام

۴۰۔ سنن ابوداؤد۔ کتاب اللباس۔ باب (۱)

۴۱۔ صحیح مسلم، کتاب الإیمان۔ باب بیان الإسلام والإیمان و الإحسان۔

۴۲۔ سورۃالنساء : ۱۲۵

۴۳۔ سورۃالنحل :۹۰

۴۴۔ سورۃ آلِ عمران : ۱۳۴

۴۵۔ سورۃ التوبۃ : ۹ : ۱۲۰

۴۶۔ سورۃ حم السجدہ : ۳۴

۴۷۔ تفہیم القرآن جلد چہارم ص : ۴۵۷۔۴۵۸

۴۸۔ سنن الترمذی۔ کتاب البر والصلۃ' باب ماجاء فی الإحسان والعفو۔

۴۹۔ راغب اصفہانی۔ مفردات ألفاظ القرآن۔ تحقیق ندیم مرعشلی' دار الکاتب العربی

۵۰۔ سورۃ النحل : ۱۶ : ۹

۵۱۔ سورۃ المائدہ : ۸

۵۲۔ مسند احمد، ج ۵، ص ۲۷۸

۵۳۔ صحیح مسلم۔ کتاب الزکاۃ ' باب فضل اخفاء الصدقة ۔

۵۴۔ صحیح مسلم۔ کتاب الإمارة ' باب فضیلة الإمام العادل۔

لَقَد جَآءَ کُم رَسُول مِن اَنفُسِکُم عَزِیز عَلَیهِ
مَا عَنِتّم حَرِیص عَلَیکُم بِالمُؤمِنِینَ رَؤُف
رَحِیم☆ فَاِن تَوَلَّوا فَقُل حَسبِیَ اللّٰہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا
ھُوَ عَلَیه تَوَکَّلت وَھُوَ رَبُّ العَرشِ العَظِیمِ☆

(القرآن:۹/۱۲۸،۱۲۹)

دیکھو! تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے، تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے، تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے، ایمان لانے والوں کے لیے وہ شفیق اور رحیم ہے۔ اب اگر یہ لوگ تم سے منہ پھیرتے ہیں تو اے نبیؐ، ان سے کہہ دو کہ ''میرے لیے اللہ بس کرتا ہے، کوئی معبود نہیں مگر وہ، اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور وہ مالک ہے عرشِ عظیم کا''۔